درس قرآن ڈاٹ کام

خواتین کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن میگزین

PAYAM-E-HAYA

ای میگزین

پیام حیاء

SEPTEMBER 2025 1447ھ ربیع الاول

شمارہ نمبر
54

محمد ﷺ
نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

حجاب
عورت کی عزت اور وقار کی علامت

صلوا علیہ و آلہ

حقیقی میلاد
سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی پیروی

مضامین	صفحہ نمبر
قرآن وحدیث	3
نعت (ساجدہ بتول)	4
اداریہ: تاریخ کے درخشاں لمحات	5
نشاۃ ثانیہ کی کہانی ابن بطوطہ کی زبانی (حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب) ۲ قسط	6
قرآن کا خادم۔۔۔(مفتی عبدالرحمن سعید	9
محمد ﷺ بحیثیت مثالی شوہر (فاطمہ سعید الرحمن)	11
ربیع الاول اور ہم (ابو محمد)	12
تاریخ میں گم ۱۹۶۵ء کی جنگ کے گمنان ہیروز (عذرا خالد)	14
حقیقی میلاد۔۔سیرت مصطفی ﷺ کی پیروی (بشریٰ حفیظ)	16
نعت (فائق ترابی)	17
انس شریف شہید کی اہلیہ کا جگر پاش انٹرویو (ضیاء چترالی)	18
معلم انسانیت (سیدہ ناجیہ شعیب احمد)	21
سلسلہ انعامات (ادارہ)	23
آدابِ محبت (بنت احمد)	24
خاتم المرسلین کی حفاظت میں معاشی جدوجہد (کلثوم فہیم، جرمنی)	25
تحفظ ختم نبوۃ کے جان نثار سپاہی (اُم عفان)	26
حجاب۔۔عورت کی عزت و وقار کی علامت (فاطمہ عبدالمجید)	28
خواتین کے مسائل (دارالافتاء الاخلاص)	29
پکوان (عائشہ صدیقہ)	30

Published at

www.Darsequran.com

پیام حیاء ٹیم

مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب
نائب مدیر: مفتی عبدالرحمن سعید
ایڈمن و ایڈیٹر: فاطمہ سعید الرحمن
معاونات: سیمار ضوان۔ ناجیہ شعیب احمد۔ عذرا خالد

کلامِ الٰہی

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا، اور مہر سب نبیوں پر اور ہے اللہ سب چیزوں کو جاننے والا۔"

(سورۃ الاحزاب:40)

کلامِ نبوی ﷺ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، میرے ذریعے سے اللہ تعالی کفر مٹادے گا، میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں، لوگوں کو میرے پیچھے حشر کے میدان میں لایا جائے گا اور میں عاقب (آخر میں آنے والا) ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔"

(صحیح مسلم/کتاب الفضائل/حدیث: 6105)

اب وقت ہے بدل گیا

اب کوئی بھی سامان میرے ہاں نہیں بچا
اب وقت ہے بتولؔ یُوں میرا بدل گیا

اب میری کامیابیوں کی جوت بُجھ گئی
اب میرا دل ہی جل کے ہے شُعلے اُٹھا چُکا

اب جلوتوں کی روشنی مجھ کو نہ چاہیے
اب خلوتوں میں اِس طرح ہے مل چکی ضیا

ختمِ نبُوت سے مجھے ہے عشق ہو گیا
اب مُجھ سے اور کوئی بھی ہے کام نہ ہُوا

اب حُرمتِ نبی ﷺ کی خاطر جان وقف ہے
کٹ جائے حُرمتِ نبی ﷺ پہ کاش سر مرا

نفسِ نفیس آ گئے ہیں دل میں مُصطفیٰ ﷺ
اب مُجھ سے ہو کارِ جہاں یہ کس طرح ادا

دل میں ہیں میرے آ گئے جانِ جہان اب
دل میں ہیں میرے آ گئے محبُوبِ کبریا

اب کیوں کروں میں سکھیوں سے کوئی گفتگو
اب ہیں مخاطب تو مرے، وہ میرے دلرُبا

اب مُجھ کو کیوں ہوں رابطے کوئی عزیز تر
اب مجھ سے رابطے میں تو ہیں شاہِ انبیا

اب مُجھ کو ہے مشکل بہت گپ شپ میں ہو رہی
اب تو مخاطب ہو گئے مجھ سے ہیں مرتضیٰ ﷺ

اب مُجھ کو راگ رنگ سے ہو غرض کیوں کوئی
اب کان میں ہے پڑ گئی آقا ﷺ کی جب نَوا

لفظوں میں ہو سکے بیاں کب قُرب کی جھلک
نظروں کی ٹھنڈک، دل کا چَین، رُوح کی غذا

میرے حبیب، مُحسِن و محبُوب رہنُما
میرے وہ دل کا چین، میرے سر کی وہ رِدا

اُن کے لیے ہی زندگی اب تو یہ وقف ہے
اُن سے ہی تو بتُول نے پایا ہے آسرا

ساجدہ بتول

اداریہ
تاریخ کے درخشاں لمحات

عزیز قاریاتِ کرام!

ربیع الاول کا مقدس مہینہ ہمیں یہ یاد دِلانے آتا ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری نے انسانیت کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف راہنمائی فرمائی۔ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، جس میں پیار، رواداری، عدل اور انصاف کے وہ اصول ہیں جو آج بھی ہماری زندگیوں کو سنوار سکتے ہیں۔

اسی طرح ستمبر کا مہینہ ہمیں ہمارے عظیم ملی اور دینی کارناموں کی یاد دِلاتا ہے:

6 ستمبر: یومِ دفاعِ پاکستان۔ جب ہمارے بہادر جوانوں نے دشمن کے دانت کھٹے کیے اور وطن کی حرمت کو بچایا۔

7 ستمبر: یومِ خلافتِ نبوت۔ جب پاکستان نے عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کے لیے عالمی سطح کھڑی کی اور دنیا کو بتایا کہ ہم اپنے ایمان پر ڈٹے رہیں گے۔

عزیز بہنو!

آپ گھر کی چار دیواری میں بھی ایک بہتر معاشرے کی تعمیر کر سکتی ہیں:

اپنے بچوں کو پاکستان کی تاریخ اور سیرتِ نبوی ﷺ سے روشناس کرائیں۔

دوسروں کے ساتھ مل کر کام کریں اور قومی یکجہتی کو مضبوط بنائیں۔

آیئے! عہد کریں کہ ہم اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھیں گے اور ان کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنواریں گے۔

والسلام

فاطمہ سعید الرحمن

(ایڈیٹر: پیامِ حیاء ای میگزین)

پیام حیاء ای میگزین کے لیے آپ بھی کہانی، مضامین لکھیں۔ مستقل سلسلے جیسے حمد، نعت، نظمیں، اقوال زریں، معلومات، صحت اور بیوٹی ٹپس، پکوان، آپ بیتی اور تبصرہ اپنے نام اور شہر لکھ کر وٹس ایپ کر سکتے ہیں۔

03132127970

نشاۃ ثانیہ کی کہانی۔۔۔ ابن بطوطہ کی زبانی

دوسری قسط

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

سلطان کی لشکر گاہ سے صرف دس دن کی مسافت پر بالغاریہ کی سرحد تھی جہاں راتیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ابن بطوطہ ہزار دقت اور تکلیف اٹھا کر یہ تماشا دیکھنے وہاں گئے۔رمضان کا مہینہ تھا۔بتاتے ہیں:

ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور افطار کیا۔افطار کے دوران ہی عشاء کی اذان ہو گئی۔تراویح اور وتر سے فارغ ہوئے۔کچھ دیر بعد فجر کا وقت ہو گیا"۔

ابن بطوطہ اس کے بعد اونٹ گاڑی میں بحیرہ کیسپین کے شمالی میدانوں کا سفر کرتے ہوئے خوارزم روانہ ہوئے۔وہ ملک جسے چنگیز خان نے تباہ وبرباد کیا تھا، اب نو مسلم تاتاریوں کے ذریعے ایک بار پھر آباد ہو چکا تھا۔اس وقت یہاں کا امیر "قطلودمور" تھا جس نے ابن بطوطہ کی بڑی عزت وتکریم کی۔ابن بطوطہ یہاں قاضی عمر الکبری نامی عالم کے ہاں مہمان بنے۔وہ بتاتے ہیں کہ یہاں آبادی اتنی زیادہ ہے کہ دن کے وقت گلیوں سے گزرنے میں مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔وہ خوارزم کے پایہ تخت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"شہر خوارزم ترکوں کے بڑے شہروں میں سے ہے۔بہت بڑا، بہت خوبصورت ہے۔اس کے بازار دلکش اور راستے وسیع ہیں۔اس کی آبادی بڑی گنجان ہے..خوارزم کے باشندوں جیسے شریف، نیک طبیعت اور مسافروں سے محبت کرنے والے لوگ میں نے کہیں نہیں دیکھے"۔

وہ یہاں نماز کی پابندی کا ماحول دیکھ کر خوش ہوئے۔لکھتے ہیں:

"یہ لوگ نماز کے بڑے پابند ہیں۔ان کی ایک اچھی عادت یہ دیکھی کہ مؤذن خود آس پاس کے گھروں میں لوگوں کو نماز کے لیے بلانے جاتا ہے۔جو شخص نماز میں شریک نہ ہو،امام مسجد سب کے سامنے اس کی پٹائی کرتا ہے۔اس کام کے لیے مسجد میں ایک کوڑا لٹکا ہوتا ہے۔نماز نہ پڑھنے والے پر پانچ دینار جرمانہ بھی ہوتا ہے۔جرمانے کی رقم مسجد میں صرف کی جاتی ہے یا فقیروں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر خرچ ہوتی ہے۔

وسط ایشیا کے شہر بخارا و سمرقند سمیت خاصا علاقہ مغلوں کی چغتائی نسل کی سلطنت میں تھا۔یہاں ان دنوں نو مسلم طرمہ شیریں خان کی حکومت تھی جس کا عدل وانصاف مشہور ہے۔ابن بطوطہ خوارزم سے رخصت ہو کر اس کے علاقے میں داخل ہوئے۔بخارا ابھی تک پہلے جیسا آباد نہیں ہو سکا تھا۔البتہ شہر سے متصل بستی فتح آباد میں شیخ سیف الدین باخرزی کی خانقاہ تھی اور وہیں ان کا مزار تھا۔ان کی اولاد میں سے شیخ یحیی باخرزی اس خانقاہ کو چلا

رہے۔ابن بطوطہ نے وہاں چلے گئے۔ شیخ یحییٰ نے ابن بطوطہ رح کے لیے محفل حسن قرآت منعقد کی۔ابن بطوطہ طرمہ شیریں خان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کی سلطنت دنیا کی چار بڑی سلطنتوں کے درمیان واقع ہے۔یعنی سلطنت چین، سلطنت ہند، سلطنت عراق اور سلطنت اوزبک۔ان تمام سلطنتوں کے حکمران طرمہ شیریں خان کا احترام کرتے ہیں اور اسے تحائف بھیجتے ہیں"۔

وہ سمرقند، بخارا اور ترمذ کے علماء و مشائخ سے ملتے ہوئے آخر کار دریائے آمو عبور کر کے بلخ پہنچے۔وہ بتاتے ہیں کہ خراسان میں چار بڑے شہر ہیں، جن میں سے دو آباد ہیں: ہرات اور نیشاپور۔ جبکہ دو تباہ حال ہیں: بلخ اور مرو۔بلخ ان کے راستے میں آیا جس کے متعلق وہ تحریر کرتے ہیں:

"بلخ کی جامع مسجد دنیا کی تمام مساجد سے زیادہ عمدہ اور کشادہ ہے۔اس کے ستون بلندی میں مراکش کے شہر رباط کی جامع مسجد کے مشابہ ہیں۔یہ مسجد بنو عباس کے ایک امیر داؤد بن علی کی بیگم نے بنوائی تھی"۔

بلخ سے ہرات کے راستے کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"ہم بلخ سے چلے اور قہستان کے پہاڑوں میں سفر کر کے سات دن بعد ہرات پہنچے۔راستے میں ہمیں کئی آباد دیہات ملے جہاں پانی کے چشمے اور درخت کثرت سے تھے اور کئی خانقاہیں تھیں، جن میں اللہ کے نیک بندے دنیا کو ترک کر کے عبادت میں مصروف تھے"۔

ہرات میں مساجد، مدارس، کتب خانوں اور خانقاہوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔بلخ اور مرو کی بجائے اب ہرات وسط ایشیاء ایران، چین اور ہندوستان کے درمیان تجارتی چوراہے کا کام دے رہا تھا اور روزانہ آنے جانے والے بے شمار تجارتی قافلوں کی بدولت اس کے بازار دنیا بھر کے سامان تجارت سے بھرے ہوئے تھے۔ابن بطوطہ نے عالم اسلام کی سیر کرتے ہوئے بلخ کے بعد آخر کار ہرات میں قدم رکھا تھا۔یہ ۷۳۱ھ (۱۳۳۰ء) اور ۷۳۳ھ (۱۳۳۲ء) کا درمیانی زمانہ تھا۔ان دنوں خراسان شاہان کرت کے حکمران امیر معزالدین حسین کے زیر نگین تھا۔یہاں علماء و فضلاء کی وہ کھیپ پناہ لیے ہوئے تھی جس نے تاتاریوں کی غارت گری کے بھیانک دور میں علم و ادب کی میراث کی حفاظت اور اسے اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے انتھک جدوجہد کی تھی۔خانوادہ کرت ان کا محافظ اور کفیل تھا۔

ابن بطوطہ نے اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سلطان معظم حسین بن سلطان غیاث الدین غوری کی بہادری مشہور ہے اور اسے اللہ کی تائید حاصل ہے۔ اس کا مقابلہ روافض سے ہوا جس میں وہ بکھر گئے اور ان کی حکومت چلی گئی"۔

ہرات کے بارے میں ان کا بیان ہے:

"ہرات خراسان کے شہروں میں سب سے زیادہ آباد ہے۔ یہاں کے لوگ نیک اور دیانت دار ہیں۔ حنفی مسلک کے ہیں۔ فتنہ وفساد سے دور ہیں"۔

نیشاپور جسے تاتاریوں نے اس طرح برباد کیا تھا کہ وہاں ہل چلائے گئے تھے، ایک بار پھر اسلام کا گہوارہ بن چکا تھا جس کے بارے میں ابن بطوطہ لکھتے ہیں:

"نیشاپور خراسان کے چار مرکزی شہروں میں سے ایک ہے۔ میوہ جات، باغات، قدرتی حسن اور چشموں کی کثرت کے باعث اسے دمشق صغیر کہا جاتا ہے۔ اس میں سے چار نہریں گزرتی ہیں۔ اس کے بازار خوبصورت اور کشادہ ہیں۔ اس کی مسجد منفرد قسم کی ہے جو بازار کے وسط میں ہے اور اس کے ساتھ چار مدارس قائم ہیں جن میں سے بکثرت پانی کے چشمے گزرتے ہیں۔ ان میں بہت سے طلبہ قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ میدان علاقوں کے سب سے خوبصورت مدارس ہیں"۔

قندوز اور بغلان کے بارے میں لکھا:

"ان بستیوں میں اللہ والے بزرگ کثرت سے ہیں۔ باغات اور نہریں بھی ہیں۔ قندوز میں ہم ایک چشمے کے کنارے ایک خانقاہ میں رہے جو شہر کے ایک درویش کی تھی، انہیں شیر سیاہ یعنی کالا شیر کہا جاتا تھا۔ شہر کے والی نے جس کا تعلق موصل سے ہے، ہماری میزبانی کی۔ ہم قندوز کے باہر چالیس دن رہے تا کہ ہمارے اونٹ اور گھوڑے خوب چلیں، یہاں کی چراگاہیں بہت عمدہ ہیں، گھاس بہت ہے۔ ترکوں (نو مسلم تاتاریوں) کے سخت احکام کی وجہ سے یہاں گھوڑے چوری نہیں ہوتے۔ لوگ اپنے جانوروں کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں"۔

غرض کہ تاتاری طوفان نے جس تیزی سے شش صد سالہ اسلامی تہذیب وتمدن کو ختم کیا تھا، علمائے دین، مشائخ کرام کی محنت اور مسلم حکمرانوں نے اسی مستعدی، تندہی اور سرگرمی سے اس عظیم نقصان کی تلافی کی اور اگلی صدی کے خاتمے تک عالم اسلام ایک بار پھر ترقی واستحکام کے بام عروج پر جا پہنچا۔

قرآن کا خادم۔۔۔

ایک ہندو کی چِتا کو آگ کیوں نہ لگ سکی؟

مفتی عبدالرحمن سعید

یہ تحریر ایک ایسے ہندو ناشر کی زندگی اور اُس کے بعد پیش آنے والے حیرت انگیز واقعے پر مبنی ہے، جو قرآنِ حکیم کے ساتھ ایسی عقیدت اور محبت رکھتا تھا کہ مسلمانوں کو بھی رشک آتا تھا۔ اُس ہندو کا نام پنڈت نول کشور تھا، اور اُس کی زندگی قرآن کے ادب و عظمت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔

لاہور کے وہ دن قیامِ پاکستان سے پہلے لاہور علم و ادب کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کئی مشہور اشاعتی ادارے قائم تھے۔ انہی میں سے ایک ادارہ تھا جس کا تعلق ایک ہندو خاندان سے تھا: "مطبوعات نول کشور"۔ اگرچہ اس ادارے کے مالکان غیر مسلم تھے، مگر قرآنِ حکیم کی طباعت و اشاعت میں انہوں نے وہ معیار قائم کیا جس تک شاید ہی کوئی مسلمان ادارہ پہنچ پایا ہو۔

پنڈت نول کشور کا ادارہ نہ صرف قرآنِ پاک کی طباعت کرتا بلکہ اُس کے ادب و احترام کے تقاضے بھی پورے کرتا۔ نول کشور جی نے خاص طور پر حفاظِ قرآن کو ملازم رکھا جو پروف ریڈنگ کرتے تاکہ کسی بھی آیت کی کتابت میں غلطی نہ ہو۔ جلد سازی کے شعبے میں داخل ہونے سے پہلے جوتے اُتارے جاتے، چاہے وہ خود نول کشور ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ خود برہنہ پا آتے تاکہ اللہ کے کلام کا ادب مجروح نہ ہو۔

ادارے میں دو ایسے ملازم صرف اس مقصد کے لیے رکھے گئے تھے کہ وہ مسلسل ادارے میں گھومتے رہیں اور دیکھیں کہ کہیں کوئی آیتِ قرآنی کسی کاغذ کے ٹکڑے پر تو موجود نہیں۔ اگر ایسا کوئی کاغذ انہیں ملتا تو وہ اُسے انتہائی ادب کے ساتھ اٹھا کر مخصوص بوریاں میں رکھتے۔ جب یہ بوریاں بھر جاتیں، تو انہیں بڑی عزت کے ساتھ زمین میں دفن کر دیا جاتا۔

یہ سب سن کر شاید کچھ لوگوں کو تعجب ہو، مگر حقیقت یہی ہے کہ بعض غیر مسلم بھی کبھی کبھی وہ ادب دکھا دیتے ہیں جو بعض مسلمان بھی نہیں دکھاتے۔ جب برصغیر تقسیم ہوا تو نول کشور جی کو بھی لاہور سے ہجرت کرنی پڑی۔ وہ ہندوستان کے دارالحکومت دہلی میں آ بسے۔ دہلی میں بھی انہوں نے وہی ادارہ دوبارہ قائم کیا اور حسبِ سابق قرآنِ پاک کی طباعت اور اشاعت کا کام شروع کر دیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ دہلی میں بھی وہی اصول، وہی احترام، وہی نظام دوبارہ قائم ہوا۔

ادارہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ وقت کے ساتھ نول کشور جی بوڑھے ہو گئے، اور اُن کے بیٹوں نے ادارے کا انتظام سنبھال لیا۔ مگر والد کی وصیت کے مطابق قرآنِ حکیم کے ادب و احترام کا سلسلہ کسی صورت

میں کم نہ ہونے دیا۔

نول کشور جی کی زندگی کا سورج آخر کار غروب ہوا۔ وہ دنیا سے رخصت ہوئے، مگر اُن کی خدمات اور عقیدت ایک نشانِ عبرت اور نشانِ شرف بن کر رہ گئیں۔ اُن کے انتقال پر اہلِ دہلی کا جمِ غفیر اُن کے گھر اُمڈ آیا۔ اُن کی آخری رسومات کے لیے اُن کی ارتھی کو شمشان گھاٹ لے جایا گیا۔

حسب دستور چتا تیار کی گئی۔ گھی ڈالا گیا۔ آگ لگانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ چتا آگ نہیں پکڑ رہی تھی۔ جی ہاں! وہ چتا جس پر کئی من گھی ڈالا گیا تھا، بار بار ماچس اور مشعلیں لگائی گئیں، مگر آگ لگی ہی نہیں۔ کچھ لمحوں میں یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ حیران اور پریشان ہو کر شمشان گھاٹ کی طرف دوڑ پڑے۔ سب اپنی آنکھوں سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ ہندو پجاری، مسلمان علماء، سکھ احباب، سب ششدر کھڑے تھے۔ یہ نہ صرف ایک عجیب واقعہ تھا بلکہ روحانی طور پر لرزہ طاری کر دینے والا منظر بھی تھا۔

یہ خبر جب جامع مسجد دہلی کے امام، مولانا بخاری صاحب کو ملی، تو وہ خود شمشان گھاٹ پہنچے۔ وہ نول کشور جی کے ذاتی دوست بھی تھے اور ان کی خدمات سے خوب واقف تھے۔

امام صاحب نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "یہ چتا کبھی آگ نہیں پکڑے گی۔ تم سارا ہندوستانی گھی ڈال لو، یہ شخص وہ ہے جس نے اللہ کی کتاب کا عمر بھر ادب کیا ہے، خدمت کی ہے، محبت کی ہے۔ آگ کو بھی اس کے جسم کو جلا دینے کی اجازت نہیں۔ بہتر ہے کہ اسے عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔"

یہ بات کہتے ہی مجمع پر سکوت چھا گیا۔ امام صاحب کی بات میں ایسی روحانی تاثیر تھی کہ سب نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔

نول کشور جی کو آخر کار شمشان گھاٹ میں ہی دفنا دیا گیا۔ یہ تاریخِ ہند کا پہلا واقعہ تھا کہ کسی ہندو کو دفن کیا گیا، وہ بھی اپنے مذہب کے ماننے والوں کے ہاتھوں، فقط اس لیے کہ اُس کی چتا کو آگ نہیں لگ سکی۔

یہ واقعہ ہم سب کے لیے بہت سے اسباق چھوڑ گیا۔ قرآن پاک کا ادب، چاہے وہ کسی غیر مسلم کے ہاتھوں ہو، اللہ تعالیٰ اُس کا اجر ضرور عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: "بے شک یہ قرآن ایک باعزت کتاب ہے، ایک محفوظ صحیفہ میں ہے، اُسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔"

نول کشور جی تو شاید ظاہری طور پر مسلمان نہ تھے، مگر اُن کا عمل اُن کی باطنی طہارت اور اخلاص کا گواہ بن گیا۔

محمد ﷺ بحیثیت ایک مثالی شوہر

فاطمہ سعید الرحمن

ہنسی مذاق اور بے تکلف زندگی

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ حضرت سودہؓ کے گھر میں تھے اور ان کی باری کا دن تھا، حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم ﷺ کے لیے حلوہ پکایا اور حضرت سودہؓ کے گھر پر لائیں اور لا کر نبی اکرم ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور حضرت سودہؓ بھی سامنے بیٹھی ہوئی تھیں، ان سے کہا کہ تم بھی کھاؤ، حضرت سودہؓ کو یہ بات گراں لگی کہ نبی اکرم ﷺ کا جب میرے یہاں باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائیں؟ اس لیے انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا، حضرت عائشہؓ نے کہا: تم یہ ضرور کھاؤ گی، نہیں تو میں یہ تمہارے چہرے پر مل دوں گی۔ اُنہوں نے پھر بھی اِنکار کیا۔ پس حضرت عائشہؓ نے اپنا ہاتھ حلوہ میں رکھا اور ان کے چہرے پر لگا دیا۔ نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے اور آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہؓ پر رکھ کر حضرت سودہؓ سے فرمایا: لو تم بھی اس کے چہرے پر لگا دو۔ سو انہوں نے بھی حضرت عائشہؓ کے چہرے پر لگا دیا۔ اور نبی ﷺ ہنس پڑے۔ اتنے میں سیدنا عمر فاروقؓ وہاں سے آواز دیتے ہوئے او عبد اللہ! او عبد اللہ! گذرے۔ نبی ﷺ کو گمان ہوا کہ وہ ابھی داخل ہونے والے ہیں، اس لیے ان سے فرمایا کہ کھڑی ہو جاؤ اور اپنے چہرے دھو لو۔ (مسند أبي يعلى: مسند عائشة، الرقم: 4476)

حضرت صفیہ بنت حییؓ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات کو بھی اپنے ساتھ لے کر گئے تھے، ابھی راستے میں ہی تھے... کہ دوران سفر حضرت صفیہ ﷺ کا اونٹ بدک گیا، اُن کی سواری سب سے عمدہ تھی، وہ رونے لگیں، نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو تشریف لائے تو اپنے دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھنے لگے، لیکن وہ اور زیادہ رونے لگیں اور نبی اکرم ﷺ مسلسل انہیں چپ کراتے رہے۔ (مسند أحمد بن حنبلؒ)

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا بوسہ لیا، پھر نماز کے لیے نکلے اور (دوبارہ) وضو نہیں کیا۔ (آپ کے بھتیجے) حضرت عروہ کہتے ہیں: میں نے ان سے کہا: وہ بیوی آپ کے علاوہ اور کون ہو سکتی ہیں؟ یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ (سنن أبي داود، رقم الحديث: 9)

ربیع الاول اور ہم

ابو محمد

ربیع الاول کا مہینہ امتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم الشان موقع ہے کیونکہ اسی مہینے میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔ اس مہینے کی برکت اور عظمت اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن ایک مسلمان کی ذمہ داری صرف خوشی منانے یا رسومات ادا کرنے تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس سے بڑھ کر ہمیں اپنی زندگیوں کو اس پیغام کے مطابق ڈھالنا چاہیے جو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ کی آمد کی خوشی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان کے اسوہ حسنہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں اور اپنی ذات، خاندان اور معاشرے میں وہی اقدار قائم کریں جو آپ ﷺ نے سکھائیں۔

ہمیں چاہیے کہ اس مہینے کو محض میلاد کی محفلوں، جلوسوں یا سجاوٹ تک محدود نہ کریں بلکہ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کریں، قرآن وسنت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنی عملی زندگی میں ان تعلیمات کو اپنائیں۔ نبی ﷺ نے سب سے زیادہ زور نماز، صداقت، عدل اور خدمتِ خلق پر دیا۔ اگر ہم اس مہینے میں عہد کرلیں کہ اپنی نمازوں کو قائم کریں گے، قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط کریں گے، اور اپنے اخلاق کو سنواریں گے تو یہی سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔ محبت رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سنتوں کو اپنائیں، درود شریف کی کثرت کریں اور ہر اس کام سے بچیں جو دین کی اصل روح کے خلاف ہو۔

ہمارے معاشرے میں اس مہینے میں بعض ایسے کام بھی رواج پاگئے ہیں جو دین کا حصہ نہیں ہیں۔ محض ظاہری نمود و نمائش، چراغاں، ڈھول اور شور شرابہ دین کا تقاضا نہیں بلکہ یہ حقیقی خوشی کے بجائے وقتی جوش ہے۔ فضول خرچیاں کرنے کے بجائے اگر ہم غرباء اور مساکین کی مدد کریں، یتیموں اور بیواؤں کے چہروں پر خوشی لائیں تو یہ نبی ﷺ کی تعلیمات کے زیادہ قریب ہوگا۔ اسی طرح ہمیں فرقہ واریت اور انتشار سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ آپ ﷺ نے امت کو وحدت اور بھائی چارے کا پیغام دیا۔

یادرکھنے کی بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کو کسی ایک دن یا ایک مہینے تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں پورے سال ان کے پیغام پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر ہم اپنے معاملات میں ایمانداری لائیں، اپنے رویّے میں نرمی اور برداشت پیدا کریں، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کریں، اور خدمت انسانیت کو مقصد بنالیں تو یہی حقیقی جشن میلاد ہوگا۔

ربیع الاول ہمیں ہر سال یاد دلاتا ہے کہ نبی

ﷺ کی اطاعت اور ان کے اسوہ حسنہ کی پیروی ہی ہماری اصل کامیابی ہے۔ حقیقی خوشی اور مسرت اسی وقت ممکن ہے جب ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کا عکس دکھائی دے۔ محض رسومات سے دل خوش کرنے کے بجائے ہمیں اپنے کردار کو نکھارنا اور اپنے اعمال کو درست کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے اپنی زندگیوں کو نبی ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیا تو یہی سب سے بڑی سعادت ہے اور یہی دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

صاحبِ تاجِ عزت ﷺ پہ لاکھوں سلام
واقفِ رازِ فطرت ﷺ پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ھدایت ﷺ پہ لاکھوں سلام

نبی الرحمۃ ﷺ

پیاری مصنفات حدیث کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا بہت اہم ہے کیونکہ یہ ہمارے دین کا حصہ ہے۔
کیا آپ نے کبھی کسی حدیثِ نبوی ﷺ کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا ہے؟ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ ایسی کوئی حدیث بیان کریں جسے آپ نے گہرائی سے سمجھا ہو اور اس کی تعلیمات کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں شامل کیا ہو۔
اپنے تجربات اور تاثرات 100 الفاظ میں تحریر کرکے تک ارسال کریں۔ آپ کے منتخب مضامین کو ہمارے میگزین میں شامل کیا جائے گا تاکہ دوسرے قارئین بھی ان سے مستفید ہو سکیں۔
ہم آپ کی تحریروں کے منتظر ہیں!

تاریخ میں گم

1965ء کی جنگ کے گمنام ہیروز

عذرا خالد

آج سے ستاون برس قبل 6 ستمبر 1965ء کو افواج پاکستان نے ملک کا دفاع جس بہادری اور دلیری سے کیا وہ ہمیشہ تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔

1965 کی جنگ میں پاکستان اور بھارت دونوں ممالک کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ ستمبر کی جنگ پاکستان اور بھارت کے درمیان دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ تھی۔ اس جنگ میں بہت سے فوجی جوان شہادت کا درجے پر فائز ہوئے اور کچھ غازی کہلائے، جن میں سے کچھ کو شہرت ملی اور کچھ گمنام رہ گئے۔ آج ہم اس جنگ کے کچھ گمنام ہیروؤں پر بات کریں گے جنھوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے وطن عزیز کی حفاظت کی۔

محمد اقبال:

ان کو ستارۂ جرات سے نوازا گیا۔ اسکواڈرن لیڈر محمد اقبال نے پاک بھارت جنگ کے دوران پاکستان فضائیہ کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرنے والے کئی آپریشنل مشنز مکمل انجام دیے۔ انہوں نے یہ مشنز عزم، جوش، غیر معمولی صلاحیت اور سب سے زیادہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر انجام دیے۔ ان کی کارکردگی پورے جنگی مشنز کے دوران مثالی رہی اور ان کے ماتحت افراد اور ساتھیوں کو بہادری اور دلیری سے ان کی کمانڈ میں ہمت اور حوصلہ حاصل رہا۔ ان کی شاندار قیادت، بہادری، وفاداری اور پاکستان فضائیہ اور ملک کے لیے بے مثال خدمات کے اعتراف میں انہیں ستارۂ جرات سے نوازا گیا۔

منیر احمد:

ان کو ستارۂ جرات سے نوازا گیا۔ منیر احمد کو جنگ کے دوران امرتسر کے قریب ایک طاقتور اور سخت حفاظتی انتظامات والے ریڈار اسٹیشن پر پاک فضائیہ کے طیاروں نے بار بار حملے کیے۔ ان تمام مشنز میں اسکواڈرن لیڈر منیر نے بلا جھجک رضاکارانہ طور پر اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر پرواز کی، اور ہدف کو تلاش کرنے اور تباہ کرنے کی کوشش میں شدید فضائی فائر کا سامنا کیا۔ 11 ستمبر کو آخری کامیاب حملے کے دوران ان کا طیارہ مارا گیا اور انہوں نے عظیم قربانی دی۔ اپنے آخری مشن سے پہلے، منیر نے آٹھ جنگی مشنز مکمل کیے، اور 10 ستمبر کو ایک بھارتی جنگی طیارہ کو مار گرایا۔ بھاری مشکلات کے باوجود اور اپنی ذمہ داری سے بڑھ کر بہادری اور عزم کا مظاہرہ کرنے پر اسکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد کو ستارۂ جرات سے نوازا گیا۔

سرفراز احمد رفیقی:

ان کو ہلالِ جرات کا اعزاز حاصل ہوا۔ 6 ستمبر 1965 کو اسکواڈرن لیڈر سرفراز احمد رفیقی نے حلوارہ ایئر فیلڈ پر حملے کے لیے تین ایف-86 طیاروں کے دستے کی قیادت کی۔ بھارتی سرحد عبور کرنے کے فوراً بعد، اسکواڈرن لیڈر رفیقی کو واپس آتے ہوئے ایک ایف-86 کے دستے کے سربراہ نے فضا میں موجود دشمن کے متعدد طیاروں کے بارے میں خبردار کیا۔ تاہم، انہوں نے اپنے مشن کو پوری توجہ کے ساتھ جاری رکھا۔ واپسی پر، ان کے دستے کو دس ہنٹر طیاروں نے روکا جن میں سے اسکواڈرن لیڈر رفیقی نے چند سیکنڈ میں ایک کو مار گرایا۔ ایک ہنٹر طیارہ کو مار گرانے کے بعد ان کی بندوقوں میں خرابی کے باعث گولیاں چلنا بند ہو گئیں، جس پر انہوں نے جنگی علاقے کو چھوڑنے سے انکار کر دیا جبکہ وہ پوری طرح حق بجانب تھے کہ ایسا کریں اس کے بجائے انہوں نے اپنے نمبر 2 کو قیادت سنبھالنے اور دشمن سے لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا۔ خود انہوں نے دستے میں ایک دفاعی پوزیشن سنبھالی اور بغیر ہتھیار کے طیارے میں جنگی چالوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے دستے کو ممکنہ حد تک تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کی جبکہ باقی دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف رہے۔ اسکواڈرن لیڈر رفیقی کی جانب سے یہ عمل ہوابازی کی تاریخ میں بہترین بہادری اور عزم کی مثال بہترین مثال کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے اپنے انجام کو کوئی اہمیت نہ دی اسے نظرانداز کر کے ملک و قوم کی حفاظت کو اہم جانا اور اس دوران ان کا طیارہ مار گرایا گیا اور وہ شہید ہو گئے، لیکن ان کی اس کارروائی نے ان کے دستے کو مزید تین ہنٹر طیارے مار گرانے میں مدد دی۔ اسکواڈرن لیڈر رفیقی نے اس طرح جنگ میں مثالی قیادت فراہم کی اور انتہائی سخت مزاحمت کے باوجود شاندار بہادری کا مظاہرہ کیا۔ ان کی قیادت اور بے لوث مثال نے فضائی جنگ کے بعد کے مراحل پر نمایاں اثر ڈالا، جس میں پاک فضائیہ نے کبھی بھی بھاری تعداد اور بہتر ساز و سامان سے لیس دشمن کو اپنی شرائط پر مجبور نہ ہونے دیا۔ اسکواڈرن لیڈر رفیقی کا طرزِ عمل جنگ میں قیادت اور بہادری کی اعلیٰ روایت کے مطابق تھا۔ اس کارنامے اور ان کی سابقہ خدمات کے اعتراف میں انہیں بعد از شہادت ہلالِ جرات سے نوازا گیا۔

یہ چند فوجی جوانوں کا زکر ہے جن کا تاریخ میں بہت کم زکر ملتا ہے۔

تیری میری یہ پہچان
پاک وطن کی نگہبان
دھرتی کا ہر ایک جوان

ستمبر 1965 کی جنگ میں بہت سے گمنام ہیرو پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ملک کی حفاظت کی ان فوجی جوانوں کا ہمیں تاریخ میں ذکر نہیں ملتا۔ اس جنگ میں بہت سے گمنام ہیروز تھے جن کے بارے میں ہم شاید کبھی نہ جان پائیں۔ ایسے بہادر جوانوں کی دلیری کے کارنامے آئندہ نسلوں تک پہچانے کا انتظام کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بلاشبہ تاریخِ انسانیت کا سب سے بڑا واقعہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے کائنات کو روشنی ملی اور انسانیت کو رہنمائی نصیب ہوئی۔

مگر سوال یہ ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت صرف ایک دن چراغاں کرنے یا جلوس نکالنے کا نام ہے؟ نہیں، بلکہ حقیقی میلاد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو زندگی کا حصہ بنایا جائے۔

قرآن پاک نے اعلان فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

بشریٰ حفیظ الدین لاہور

حقیقی میلاد

سیرتِ مصطفی ﷺ کی پیروی

یہی پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اگر ہم سچے امتی ہیں تو ہماری ہر صبح و شام سنت اور تعلیمات کے مطابق ہونی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمیں سچائی، امانت، عدل، رحم دلی اور ایثار سکھاتی ہے، آپ ﷺ نے امت کو عبادات کے ساتھ معاملات میں دیانت داری، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور یتیم و مسکین کی خبر گیری کی تعلیم دی۔

یہ سب باتیں اگر ہماری زندگی میں شامل نہیں تو پھر بارہ ربیع الاول کی تقریبات محض ایک رسم رہ جاتی ہیں، محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اعمال کو درست کریں، معاملات میں جھوٹ اور دھوکے سے بچیں، اخلاق میں نرمی لائیں اور سنتِ نبوی ﷺ کو اپنی عملی زندگی کا زیور بنائیں، یہی حقیقی میلاد ہے اور یہی محمد مصطفی ﷺ کی پیروی کا ثبوت بھی۔

اگر نصیب قریب درِ نبی ہو جائے
میری حیات میری زندگی سے بڑی ہو جائے
اندھیرے پاؤں نہ پھیلا سکیں زمانے میں
درود پڑھئے کہ ہر سمت روشنی ہو جائے
گزرتا کیسے ہے ایک ایک پل مدینے میں
اگر سنانے پہ آؤں تو ایک صدی ہو جائے
درِ حبیب سے ہر بار واپسی کے وقت
دعا یہ مانگی کہ ایک اور حاضری ہو جائے
بنامِ ساقی کوثر، بنامِ ختمِ رسل
شرابِ عشق جو پی لے وہ جنتی ہو جائے
میں میم، حے لکھوں پھر میم اور دال لکھوں
خدا کرے کہ یونہی ختم زندگی ہو جائے

جناب راحت اندوری

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیرے گنبد کے پُراسرار نظارے دیکھوں
آنکھ بھر آئے تو میں دل کے سہارے دیکھوں

اے مرے ماہِ مبیں! خواب میں دیکھوں تجھ کو
تیرے چو گرد ترے سارے ستارے دیکھوں

کبھی دیکھ آؤں ثقیفہ میں ابو بکر کا فیض
کبھی خیبر میں ترے شیر کے مارے دیکھوں

کبھی فاروق میں دیکھوں تری خواہش کا وفور
کبھی عثمان میں قرآن کے پارے دیکھوں

کبھی دیکھوں تری بیٹی سے عقیدت تیری
کبھی شانوں پہ ترے راج دُلارے دیکھوں

کُھلتی جائیں ابو طالب کی وفائیں ساری
میں جو شعبِ ابو طالب کے نظارے دیکھوں

جن کے دامن میں تری آل کی تکریم نہیں
اُن کے دامن میں خسارے ہی خسارے دیکھوں

فائق تُرابی

ولادت اور سیرت میں فرق!

ولادت میں زیادہ وقت نہیں لگتا مگر سیرت کے لیے پوری زندگی ہوتی ہے
حضور ﷺ کی سیرت تریسٹھ سال میں تقسیم ہے: چالیس سال اعلان نبوت سے پہلے، تئیس سال بعد کے۔ سو سیرت تریسٹھ سال میں پھیلی۔ آج مسلمان کس مقام پر آ گئے کہ ان کے لیے ولادت آسان ہے، چونکہ اگر سیرت کو سمجھنا ہو تو کون تریسٹھ سال کے پھیلاؤ کو دیکھے؟ سو انسان جب اس طرف مائل ہوئے کہ ہمیں کچھ کرنا نہ پڑے تو انہوں نے کہا میلاد مناؤ، سیرت نہیں۔ کیونکہ ولادت میں کچھ کرنا نہیں پڑتا، سیرت تقاضا کرتی ہے کہ ان کے عملِ زندگی اپناؤ۔
مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحبؒ (سیرت محمدی کے چار اہم پہلو، ص 11)

(پہلی قسط)

انس شریف شہیدؒ کی اہلیہ کا جگر پاش انٹرویو

ننھی شام کی رُلا دینے والی باتیں اور یادیں

ضیاء چترالی

الجزیرہ کی زندہ بچ جانے والی نامہ نگار یسریٰ العکلوق نے انس الشریف شہیدؒ کی بیوہ بیان کا انٹرویو کیا ہے۔ جس کے مندرجات عرب سوشل میڈیا پر وائرل ہو چکے ہیں۔ آیئے غزہ کے سب سے مشہور صحافی کی دلدوز یادیں تازہ کرتے ہیں۔

انس ایک رات اچانک، بنا کسی اطلاع کے گھر آ گئے۔ وہ آخری جمعہ اور آخری ملاقات تھی۔ طویل جدائی کے بعد اچانک نمودار ہوئے اور جب دروازے پر کھڑے اپنی کھلی باہوں کے ساتھ سامنے آئے تو بیان کو لگا جیسے سارا جہان اُن کی آغوش میں سمٹ آیا ہو۔ اس بار انہوں نے خلافِ معمول سیدھا اپنے بچوں کی طرف رُخ کیا، ضد کر کے انہیں نیند سے جگایا اور باری باری دونوں کو بانہوں میں اُٹھایا۔ کبھی فضا میں اچھالتے اور پھر سینے سے لگاتے، بار بار انہیں گود میں گھماتے جیسے آنے والے دنوں کی تنہائی کے لیے اُن کی ہنسی اور معصوم خوشبو کو اپنے اندر محفوظ کر لینا چاہتے ہوں۔ انس کبھی صوفے پر بیٹھتے، کبھی زمین پر دراز ہوتے اور کبھی بستر پر لیٹ کر دونوں بازو پھیلا دیتے۔ اُن کا بدن تھکن سے نڈھال تھا اور پہلی بار انہوں نے کھل کر اس تھکن کا اعتراف کیا۔ ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میں نے اُن کے چہرے پر ایسا انکسار اور تھکن دیکھی جو پہلے کبھی نہ تھی۔ پہلی بار انہوں نے کہا کہ انہیں سکون اور ایک سادہ، بے خوف زندگی کی چاہت ہے۔"

اس شب انس کے پاس نہ موبائل فون تھا، نہ خبریں، نہ ہنگامے۔ وہ صرف اپنے احساسات لے کر آئے تھے اور گھر کی دیواروں کے بیچ ایسے پھرتے جیسے تتلی اپنی خوشبو بکھیرتی ہے۔ ان کی آنکھوں میں ایک گہرا سکوت تھا اور آغوش میں چھپا ہوا ایک خاموش الوداع۔ میرے دل میں ایک صدا ابھری: "کیا یہ آخری ملاقات ہے؟" مگر میں نے اُس صدا کو دبا دیا اور خود کو قائل کر لیا کہ یہ صرف شوق کی شدت ہے، وداع کی کیفیت نہیں۔

چند گھنٹے بعد انس نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔ ان کے ہر قدم کے ساتھ مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی خنجر میرے دل میں پیوست ہو رہا ہو۔ دروازے پر پہنچ کر وہ پلٹے، مسکرائے اور بولے: "وعدہ ہے کہ تمہاری سالگرہ میں دوبارہ ملاقات ہوگی، تب واپس آؤں گا اور میرے

ہاتھوں میں تمہارے لیے ایک تحفہ بھی ہوگا۔" میں جانتی تھی کہ انس ہمیشہ میری خوشیوں کو ایک تہوار بنا دیتے تھے۔ بہر حال میں نے بوجھل قدموں کے ساتھ اُنہیں رخصت کر کے واپس پلٹ گئی اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

اس ملاقات کے صرف 48 گھنٹوں بعد وہ دن آیا جسے میں اپنی زندگی کا سب سے خوبصورت دن سمجھتی تھی میری سالگرہ، 14 اگست کا دن۔ مگر اس روز انس کسی تحفے کے ساتھ تو نہ لوٹے۔ وہ گھر تو آئے، مگر کندھوں پر سوار ہو کر، خاموش، بے صدا، نہ کوئی تحفہ، نہ کوئی حیرانی، نہ کوئی بغل گیری۔ مجھے صرف ایک منٹ دیا گیا کہ اپنے محبوب شوہر کا آخری دیدار کر سکوں۔ میں نے روتے ہوئے کہا: "کفن کھولو، میں اُن کا چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں، ان کے رخسار پر الوداعی بوسہ ثبت کرنا چاہتی ہوں۔" مگر قریب موجود لوگوں نے انکار کیا، کیونکہ انس کی آنکھیں باقی نہ رہی تھیں۔ میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے کفن پر اپنا چہرہ رکھا اور زار و قطار رونے لگی: "اس کا جسم سرد ہے، مگر گوشت اب بھی نرم ہے..."

انس کی داستان محض ایک صحافی کی شہادت نہیں، بلکہ ایک شوہر، ایک باپ اور ایک عاشقِ وطن کی جاودانی ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر یہ ایک بیوہ کا نوحہ ہے، جس کا دل اب ٹوٹ پھوٹ کر گھل رہا ہے اور جو دنیا سے فریاد کر رہی ہے: میرا دل کون لوٹائے گا؟

محض ایک منٹ کی مہلت تھی، جس میں "بیان" (انس کی بیوہ) نے اپنے شوہر کے کانوں میں آہستہ سے بس ایک سوال سرگوشی کیا: "کہاں گیا وہ وعدہ جو تم نے کیا تھا کہ ہم اکٹھے مریں گے تاکہ کوئی بھی دوسرے کی جدائی کا زخم نہ سہہ سکے؟ ہم نے تو ایسا طے نہیں کیا تھا میرے محبوب، کیا تم نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میری سالگرہ کے دن واپس آؤ گے؟" یہ جملے ابھی لبوں پر ہی تھے کہ لوگوں نے انس کو اُس کے سامنے سے اُٹھا لیا اور کندھوں پر رکھ کر آخری آرام گاہ کی طرف لے کر چل پڑے۔

الجزیرہ نے انس الشریف کی بیوہ، بیان خاتون سے ملاقات عین اُس دن کی جب اُن کا جنم دن تھا۔ مگر اب یہ دن اُن کی زندگی میں ایک نیا عنوان پا چکا ہے، سالگرہ نہیں، بلکہ غم اور تعزیت کا دن۔ ہمارے سامنے وہ بیٹھی تھیں، ایک تھکا ماندہ جسم، سوجی ہوئی آنکھیں اور درد سے جھکا ہوا سر۔ وہ تحفہ جس کا وعدہ تھا نہ آسکا، آیا تو ایک کڑوا اور بے رحم وداع، جو موت کی طرح اچانک اور بے خبر تھا۔ انس کی ننھی بیٹی شام بھی اُس غم کی زندہ تصویر ہے۔ جب وہ اپنے والد کی خیمہ گاہ ڈھونڈنے گئی تو نہ خیمہ تھا نہ اُس کا شفیق باپ۔ وہ واپس آئی تو آنکھوں میں سوالات اور دل میں خلا لیے، ایک خلا جو کبھی پُر نہ ہوگا۔

انس کو دھمکیاں روز ملتی تھیں، مگر آخری دھمکی کچھ اور ہی تھی۔ قابض فوج نے فون پر کہا: "ہم تمہاری کمر تمہاری بیوی اور بچوں سے توڑ دیں گے۔ ہم اُن کا ٹھکانہ جانتے ہیں اور انہیں قتل کریں گے۔" یہ وہ الفاظ تھے، جاری ہے۔۔۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلوا علیہ وآلہٖ

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ

کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں

مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار

اُڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ

کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

معلم انسانیت

سیدہ ناجیہ شعیب احمد

عبادُاللہ ایک مشہور و معروف اسکول میں پانچویں جماعت کا طالب علم ہے۔ وہ عام بچوں کے مقابلے میں تھوڑا بدھو اور کند ذہن ہے۔ سر مکرم جو سبق روز دیتے ہیں وہ اسے یاد کرتا ہے، مگر سر کے سامنے جاتے ہی اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ نتیجتاً سخت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ایک دو تھپڑ بھی کھاتا ہے۔ وجہ سر مکرم کا ترش رویہ، اکھڑ لب و لہجہ اور بد مزاجی ہے۔ شفقت کے متمنی عباداللہ کا اپنے سر کی پھٹکار سن سن کر پڑھائی سے تو جی اچاٹ ہو ہی گیا ستم یہ کہ استاد کی قدر و منزلت بھی دل سے رخصت ہو گئی۔

کالج میں پروفیسر عامر اپنی تلخ کلامی اور سرد مہری کے باعث طلبہ میں خاصے بدنام ہیں۔ بس ان کے عہدے کی کرامات ہیں ورنہ کوئی بھی ان کی دل سے عزت نہیں کرتا۔

معاویہ ایک ذہین اور حاضر دماغ لڑکا ہے۔ مدرسے میں جب سے نئے استاد جی کا تقرر ہوا ہے۔ وہ چند دنوں سے الجھا ہوا دکھائی دینے لگا ہے۔ استاد جی کے برتاؤ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ معاویہ کی ذہانت اور حاضر دماغی سے خار کھانے لگے ہیں۔ معاویہ کا جماعت میں بات بات پر سوالات پوچھنا انہیں سخت بے زار کرتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ معاویہ کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اسکولوں، کالجوں اور حتی کہ اکثر مدارس میں بھی استاد کی بداخلاقیوں کے چرچے زدعام ہیں۔ تعلیم تو انسان کو شعور و آگاہی دیتی ہے۔ بات بات پر اپنے شاگردوں کو کاٹ کھانے کو دوڑنا، گالی گلوچ اور فحش کلامی کرنا۔ ایسے لوگوں کو اخلاق چھو کر بھی نہیں گزرا ہوتا۔ استاد کے درجے پر فائز ہو گئے مگر رہے نرے جاہل کے جاہل۔ جو کچھ کتابوں میں پڑھا سب اپنی بداخلاقی کے ہاتھوں گنوا دیا۔ کیا انہیں استاد کہنا لفظ استاد کی توہین نہیں ہے؟

ایک استاد کو کیسا ہونا چاہیے؟

معلّم کی ذمہ داری صرف سکھانا ہی نہیں، سکھانے کے ساتھ ساتھ تربیت دینا بھی ہے۔ استاد کو روحانی باپ کا درجہ دیا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ شاگرد کی جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ روح اور اخلاق کی اصلاح کرتا ہے۔ استاد معاشرے کی تعمیر و ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا: ترجمہ: ”اور نبی ﷺ ان (لوگوں) کو کتاب وحکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ وتربیت کرتے ہیں۔“

معلم انسانیت ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور علم، معرفت، اللہ کے ساتھ تعلق کی ایک ایسی شمع جلائی، جس نے جہالت کی اندھیری شب کو نور سے منور و تاباں کر دیا اور اب قیامت تک کے لئے جب بھی انسانیت

کا قافلہ تاریکی و ظلمت کی اندھیری راتوں میں بھٹک جائے، تو اسے نکالنے کے لیے اسی شمع ہدایت سے روشنی حاصل کی جا سکتی ہے۔

کارِ نبوت در اصل کارِ "تعلیم و تربیت" ہے جس میں بگڑی ہوئی قوموں اور بھٹکے ہوئے لوگوں میں حکمت و بصیرت کے ذریعے حق کی تلاش کا شوق پیدا کرکے، انہیں حق کی راہ دکھلا کے اس پر چلنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس لیے نبی آخر الزماں ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس "معلم" کا واحد نمونہ بننے کی حقدار ہے جس پر دنیا کے تمام معلمین و معلمات کو پرکھا جا سکتا ہے۔

اگر سبق سمجھ میں نہ آئے تو اُستاد سے پوچھ لینا طالبِ علم کی ذمہ داری ہے۔ آقائے نامدار سرور کونین ﷺ نے فرمایا: ترجمہ: "یقیناً (علم کی) محتاجی کا علاج سوال کرنے میں ہے۔"

معلّم انسانیت ﷺ کی حیثیت سے حضور کریم ﷺ کی سب سے اعلیٰ اور ارفع بات قول و فعل میں ہم آہنگی تھی۔ آپ ﷺ جو تعلیم دوسروں کو فرماتے پہلے خود اُس پر عمل کرتے نظر آتے۔ اپنے لیے عزیمت کا راستہ اختیار فرماتے اور دوسروں کے لیے رخصت اور سہولت کا راستہ بتاتے۔

مشفق و مہربان مربی محمد الرسول اللہ ﷺ کی باادب صحابہ کرامؓ ہر وقت زیارت کرتے رہتے، اس کے باوجود ان کا دل نہیں بھرتا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمیشہ چہرۂ انور ﷺ پر نگاہ پڑتی رہے، اس سے انہیں جو روحانی تازگی ملتی تھی اس کا بیان الفاظ میں سمیٹنا ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ ﷺ تھوڑی دیر کے لیے مجلس سے اوجھل ہو جاتے تو صحابہ کرامؓ بے چین ہو جایا کرتے تھے، جتنی دیر نماز میں لگتی ہے اتنی دیر بھی حضور ﷺ کے رخِ زیبا سے نظر کا ہٹنا ان پر گراں گزرتا تھا۔ ایسے ہوتے ہیں مشفق اور بااخلاق استاد کہ جن کی شفقت اور مہربانی سے شاگرد فیض یاب ہوا کرتے ہیں۔

غلطی پر استاد کا خفگی اور ناراضی کا اظہار کرنا فطری عمل ہے۔ ایک مرتبہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لوگوں کو لمبی لمبی نمازیں پڑھانے کے باعث حضرت معاذ بن جبلؓ پر ناراض ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُنہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ! "اے معاذ! کیا تو لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟"

اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ پر فضل و کرم اس درجہ ہے اور آپ ﷺ کے اخلاق اعلیٰ پائے کے ہیں کہ عقل اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکارا ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان مراتبِ عالیہ کو آخری حد تک پہنچا دیا جس کے آگے بڑھنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ سید المرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔" (سنن ابی داؤد)

بقیہ صفحہ ۲۷ پر۔۔

سلسلہ انعامات
"پیامِ حیاء" ای میگزین

"پیامِ حیاء" ای میگزین کے قارئین اور مصنفین کے درمیان رابطہ بڑھانے کے لیے منفرد مقابلہ۔۔

انعامی حقدار:

خواب ایک سرزمیں کا
خولہ بنت اسماعیل

نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے "پیامِ حیاء" ای میگزین کی ٹیم کی جانب سے 300 نقدی انعام دیا جائے گا۔ اللہ آپ کی محنتوں کو قبول فرمائیں۔

آپ بھی ستمبر شمارہ نمبر 54 میں اپنی پسندیدہ تحریر کو ووٹ دیں!

ووٹنگ کی شرط:

اپنی خود کی تحریر کو ووٹ نہ دیں۔ صرف دوسرے مصنفین کی تحریروں پر ووٹ دیں۔

انعام کا موقع:

جس تحریر کو سب سے زیادہ ووٹ ملے گا، اس کے مصنف کو نقد انعام دیا جائے گا۔

فیصلہ "پیامِ حیاء" ای میگزین کی ٹیم کی جانب سے حتمی طور پر کیا جائے گا۔

ووٹ کیسے دیں؟

میگزین کا لنک زیادہ سے زیادہ شیئر کریں تاکہ زیادہ لوگ آپ کی تحریر کو ووٹ دے سکیں۔

اپنا ووٹ مقررہ واٹس ایپ نمبر پر تحریر کا نام، مصنف کا نام اور اپنا رابطہ نمبر لکھ کر بھیجیں۔

یہ سلسلہ مختلف انداز میں جاری رہے گا۔

ہمارا مقصد مزید قارئین تک میگزین کی رسائی اور نئے لکھنے والوں کو مواقع فراہم کرنا ہے۔

ووٹ بھیجنے کا نمبر: 0092 313 2127970

آخری تاریخ برائے ووٹنگ: 30 ستمبر 2025

یار مجھے میگزین کے لئے تحریر لکھنی ہے۔ ستمبر کا مہینہ ہے، ربیع الاول بھی ہے، 7 ستمبر دفاع ختم نبوت بھی ہے اور 6 ستمبر دفاع پاکستان بھی۔ میں چاہ رہی تھی سب چیزوں کو ایک ساتھ کہانی کی شکل میں لکھوں مگر

آداب محبت

بنت احمد کراچی

کس طرح۔ رمشہ ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔

ارے۔۔ سانس تو لے لو ربیعہ نے ٹوکا اور اس کو پانی دیا۔

دیکھو! یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے بلکہ سب ایک ہی کڑی ہے اور سب ہمارے دین اور آپ ﷺ سے ہی محبت کا حصہ ہے۔ ربیعہ نے بڑے سکون سے اسکو جواب دیا۔

ہیں! وہ کس طرح؟ رمشہ نے حیرت سے اسکی شکل دیکھتے ہوئے سوال کیا؟

دیکھو! آپ ﷺ سے محبت ہمارا ایمان ہے۔ ختم نبوت کا دفاع ہمارا ایمان ہے۔ اور وطن سے محبت بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ رمشہ بڑے غور سے سن رہی تھی اسی گفتگو کے دوران اور کزن وغیرہ بھی کمرے میں آگئیں۔ مشترکہ خاندانی نظام تھا تین بھائیوں کی فیملی مل کر رہ رہی تھی تو یہ سب کزن روزانہ ہی ایک جگہ مل بیٹھتے تھے۔ اب سب اس گفتگو کا حصہ بن گئے۔

دیکھو! اس وقت قادیانی فتنہ بہت شدت سے اپنے مکر و فریب کا جال بچھا رہا ہے ہم خواتین کو اس حوالے سے بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں "6 ستمبر "یوم دفاع کی بات کی جائے وہاں '7 ستمبر "یوم دفاع ختم نبوت کی بات بھی کی جائے ہمیں پہلے خود سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس ہر بہت کام کرنے کی ضرورت ہے یہ دونوں تاریخ ہمیشہ ایک ساتھ آتی ہیں دونوں کا دفاع ہم پر لازم ہے۔

لیکن ہمارے اسکول میں تو زور و شور سے "میلاد اور ربیع الاول" منانے پر زور دے۔

عائشہ نے کہا: جب میں ایک اسکول میں پڑھاتی تھی۔ اسکول کیا چاروں طرف یہ شور ہے۔

کس، کس کو سمجھائیں؟ رمشہ نے جلے بھنے انداز میں کہا۔

دیکھو! یہ ہی وقت ہے اپنی بات آگے بڑھانے کا، بڑے طریقہ سے بات کرو کہ کچھ سوالات کرنے ہیں اگر بات غلط لگے تو ٹوک دینا ورنہ خاموشی بتادے گی صحیح اور غلط۔ پہلی بات مومن کا ہر لحہ ربیع الاول ہے جب ہم ہر سنت پر عمل کریں گے، سب کچھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا تو ہمیں کوئی دن منانے کی ضرورت ہے؟

یہ سوال کریں بہت اہم ہے، دوسری بات یہ سوال کریں کے اتنی غربت لوگوں کو کھانا میسر نہیں لوگ بے گھر ہیں بچے بھوک سے بلبلا رہے ہوں اور ایسے میں ہم منوں وزنی کیک بنا کر اسم محمد ﷺ لکھا ہوا اس پر

بقیہ صفحہ ۲۷ پر۔۔

ہم ایک ایسے دور میں جی رہے ہیں جہاں اسلام پر سب سے بڑا وار ختمِ نبوت ﷺ کے انکار کی صورت میں ہو رہا ہے۔ یہ جنگ تلواروں سے نہیں بلکہ نظریات، معیشت اور معاہدوں کے ذریعے لڑی جا رہی ہے۔ ایسے میں ہر مسلمان کے لیے سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ وہ اپنی محنت کی کمائی کہاں خرچ کر رہا ہے اور کس کے کاروبار کو سہارا دے رہا ہے۔ آج کا دور ہمارے ایمان کی جانچ کا دور ہے۔

قادیانی وہ گروہ ہیں جنہیں آئینِ پاکستان نے 7 ستمبر 1974ء میں غیر مسلم قرار دیا۔ ان کا سب سے بڑا جرم اسلامی عقائد میں سب سے بنیادی عقیدہ، ختمِ نبوت ﷺ، کا انکار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا نبی بعدی" (میرے بعد کوئی نبی نہیں)[صحیح بخاری]۔ یہ حدیث ہر مسلمان کے لیے واضح پیغام ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں، اور جو کوئی بھی اس کے خلاف دعویٰ کرے، وہ اسلام سے خارج ہے۔ قرآن مجید بھی یہی اعلان کرتا ہے:
"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ "[الاحزاب:40]

اب غور کیجیے! جس گروہ نے قرآن کی اس آیت کا انکار کیا اور حضور ﷺ کی حدیث کو جھٹلایا، کیا ہم ان کے کاروبار کو اپنی محنت کی کمائی سے تقویت دے سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے واضح فرمایا ہے کہ مرتد اور منکر ختمِ نبوت کے ساتھ کسی قسم کا معاشی تعاون جائز نہیں۔ یہ محض بائیکاٹ نہیں بلکہ ایمان کی حفاظت اور عقیدے کی حفاظت ہے۔

اس ضمن میں ضروری ہے کہ ہمارے اسکولوں اور تعلیمی اداروں کے نصاب میں بھی عقیدہ ختم نبوت ﷺ شامل ہو۔ بچوں کو ابتدائی سطح سے یہ تعلیم دی جائے کہ قادیانیت کیا ہے، ان کے مشن کی حقیقت کیا ہے، اور کس طرح ان کے کاروبار اور مصنوعات پر معاشرتی اور اقتصادی طور پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔ اس طرح نوجوان نسل کو بچپن سے ہی اس عقیدے اور اس کے دفاع کے بارے میں آگاہ کیا جا سکے اور وہ اپنی زندگی میں اس پر عمل کر سکیں۔

قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ ایک عام معاشی فیصلہ نہیں، بلکہ یہ ایمان کا عملی اعلان ہے۔ یہ وہ غیرت ہے جس کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طائف اور مکہ کی گلیوں میں ظلم برداشت کیا، مگر ایمان کا سودا کبھی نہیں کیا۔ آج اگر ہم واقعی عاشقِ رسول ﷺ ہیں تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمارا پیسہ کس سمت جا رہا ہے اور کس کے کاروبار کو ہم سہارا دے رہے ہیں۔

یہ بائیکاٹ صرف چند مصنوعات کے لیے نہیں، بلکہ یہ دراصل ایمان کے دفاع کی جنگ ہے۔ ہمیں اپنے گھروں، بازاروں اور دفاتر میں یہ عہد کرنا ہوگا کہ کوئی ایسی چیز نہیں خریدیں گے جس کا تعلق قادیانی کاروبار سے ہو۔ یہی اصل غیرتِ ایمانی ہے، اور یہی اصل ناموسِ رسالت ﷺ کی حفاظت ہے۔

تحفظِ ختمِ نبوّت کے جاں نثار سپاہی

ام عفان

عبداللہ جیل وارڈن 31 اکتوبر 1929ء کو جب غازی علم الدین شہید کو پھانسی ہونا تھی، اس سے ایک روز پہلے میں حسب معمول غازی کی کوٹھری کا پہرہ دے رہا تھا۔ پیدل چلتے ہوئے میں کوٹھری سے ذرا فاصلے پر عام قیدیوں کی بیرک کی طرف آ گیا۔ مڑ کر کیا دیکھتا ہوں کہ غازی کا کمرہ خوبصورت اور دلکش روشنیوں سے بھر گیا ہے۔ میں یہ سمجھا کہ شاید غازی علم الدین شہید نے اپنے کمرے کو آگ لگالی ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ نور کا ایک بادل ہے جو تیزی سے آسمانوں کی طرف چلا گیا۔ چنانچہ میں بھاگم بھاگ غازی کی کوٹھری کی طرف بھاگا۔ اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پورا کمرہ بہترین اور مسحور کن خوشبوئوں سے معطر اور منور تھا۔ غازی حالت سجدہ میں زار و قطار رو رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اٹھے تو میں نے ان کی قدم بوسی کی اور خود بھی بے اختیار رونا شروع کر دیا۔ پھر میں نے عرض کیا، غازی صاحب یہ کیا ماجرا تھا؟ غازی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت آپ یہ اہم راز اپنے سینے میں لے کر نہ جائیں اور اس واقعہ کی، تفصیلات ضرور بتائیں۔

بہر حال غازی نے میرے بے حد اصرار پر فرمایا، عبداللہ تمھیں معلوم ہے کہ مجھے کل پھانسی ہو رہی ہے۔ میری دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے شافع محشر، حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص صحابۂ کرام کے ساتھ یہاں خود تشریف لائے اور بڑی محبت اور شفقت فرمائی۔ اس موقع پر حضرت علی نے مجھ سے پوچھا کہ تمھیں پھانسی کا خوف تو نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا حضور بالکل نہیں۔

فرمایا:

بیٹا اگر کوئی خوف ہے تو آئو ہمارے ساتھ چلو۔ میں نے پھر عرض کیا۔ حضور ﷺ نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ پھر پیارے آقا و مولا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا پھانسی کے وقت جیل حکام تم سے تمہاری آخری خواہش پوچھیں گے، تم کہنا کہ میرے ہاتھ کھول دیں۔ میں پھانسی کا پھندا چوم کر خود اپنے گلے میں ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

دوسرا یہ کہ تم روزہ رکھ کر آنا میں تمام صحابہ کرام اور فرشتوں کے ہمراہ حوض کوثر پر تیرا استقبال کروں گا اور ہم سب روزہ اکٹھے افطار کریں گے۔

بقیہ صفحہ ۲۴ کا

چھری چلائیں کیسے دل گوارا کرتا ہے؟ ہزار روپے جھنڈے، جھنڈیوں پر خرچ کر دیں اور وہ بعد میں نیچے گر کر پیروں میں آئیں؟ ختم نبوت پر وار ہو رہے ہوں اور ہم خوشیاں منائیں؟ تو کیا آپ ﷺ خوش ہوں گے یا ان کا دل دکھے گا؟

بس بڑے درد دل سے یہ بات کرنی ہے اور اس سے پہلے "صلاۃ حاجت" پڑھ اللہ تعالیٰ سے خوب دعا کر لیں بس ہمارے اختیار میں اس سے زیادہ نہیں۔

ربیعہ نے بڑے دکھے دل کے ساتھ اپنی بات ختم کی سب کی آنکھوں میں نمی تھی۔ دل درد سے بوجھل اور لب دعا گو۔

بقیہ صفحہ ۲۲ کا پیارے نبی ﷺ نے مکّہ معظمہ میں "دارِ ارقم" کو اسلام کی پہلی اور مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ سے متصل چبوترے "صفہ" دوسری باقاعدہ درس گاہ بنایا۔ ویسے تو آپ ﷺ کے گھر بھی ایک طرح سے تعلیمی ادارے ہی تھے کہ سیّدہ عائشہ صدیقہؓ سے اُمت نے آدھا دین سیکھا ہے اور اُن کی تعلیم و تربیت خود نبیٔ محترم ﷺ ہی نے فرمائی تھی اور آپ ﷺ ہی کی تعلیم و تربیت یافتہ آپ ﷺ کی چہیتی صاحب زادی سیّدہ فاطمہ زہراؓ ہیں جنھوں نے اپنے بچوں خاص طور پر حسنین کریمینؓ کی ایسی تعلیم و تربیّت فرمائی کہ راہِ حق میں اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

اگر آج بھی ہم معلم اعظم ﷺ کے نظریۂ تعلیم کے مطابق اپنے تعلیمی نظام کی تنظیم نو کریں تو مدرسہ اور اسکول، جامعہ اور کالج کا فرق ختم ہو جائے گا، اور دینی و دنیاوی علوم و فنون کے حسین امتزاج کے ساتھ قوم کو حقیقی دانش مند قیادت میسّر آئے گی۔

حجاب

عورت کی عزت اور وقار کی علامت

فاطمہ عبدالمجید

دنیا میں ہر قوم اور ہر تہذیب کی پہچان اس کی اقدار اور روایات سے ہوتی ہے۔ اسلام نے عورت کو جو عظمت، وقار اور عزت بخشی ہے، وہ تاریخِ انسانیت میں بے مثال ہے۔ انہی اقدار میں سے ایک عظیم اور روشن قدر حجاب ہے، جو عورت کی عفت، پاکیزگی اور خودداری کی علامت ہے۔

حجاب محض ایک کپڑا نہیں، بلکہ ایک نظریہ ہے۔ یہ اس بات کا اعلان ہے کہ عورت اپنی ذات کو محض جسمانی زیبائش کے لیے نہیں بلکہ عزت و عصمت کے لیے محفوظ رکھتی ہے۔ حجاب عورت کے وقار کو بلند کرتا ہے، اسے غیر ضروری نگاہوں کے تعاقب سے محفوظ کرتا ہے اور معاشرے کو پاکیزگی، اعتماد اور امن کا پیغام دیتا ہے۔

یہ وہی حجاب ہے جسے قرآن نے عورت کے لیے ڈھال اور مرد کے لیے نگاہ کی پاکیزگی قرار دیا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

"اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں، اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہے۔" (النور: 31)

عالمی یومِ حجاب ہمیں یاد دلاتا ہے کہ یہ محض مذہبی فریضہ ہی نہیں بلکہ ایک عظیم سماجی ضرورت بھی ہے۔ آج جب دنیا مغرب کے نام پر آزادی کو عریانیت کے ساتھ جوڑ رہی ہے، حجاب عورت کی اصل آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ ایسی آزادی جو عورت کو بازاری نگاہوں سے بچا کر عزت و حرمت کی بلندیوں تک پہنچاتی ہے۔

وہ عورت جو حجاب کرتی ہے دراصل یہ اعلان کرتی ہے کہ اس کی پہچان اس کا کردار ہے، نہ کہ اس کی ظاہری زیبائش۔ وہ مرد و زن دونوں کو یہ پیغام دیتی ہے کہ پاکیزہ معاشرہ حیا اور پردے کے بغیر ممکن نہیں۔

اس یومِ حجاب پر لازم ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو بتائیں کہ یہ ان کا فخر ہے، ان کی ڈھال ہے اور ان کا اعزاز ہے۔ یہ محض ایک روایت نہیں بلکہ ایک انقلابی پیغام ہے جو عورت کو غلامی سے نکال کر عزت کے تخت پر بٹھاتا ہے۔

حجاب صرف کپڑے کا نام نہیں، یہ ایمان کی روشنی، حیاء کا زیور اور انسانیت کی معراج ہے۔ "میرا حجاب... میری پہچان، میرا فخر... میری عزت کی جان!"

خواتین کے مسائل

دارالافتاء الاخلاص

بلاوجہ دی گئی بددعا اللہ تعالی کے ہاں قبول نہیں ہوتی (فتوی نمبر:14579)

سوال: اگر کوئی شخص کسی کو ناجائز بددعا دے یعنی کوئی شخص بے قصور ہو، اس کے باوجود اس کو بددعا دے کہ اللہ تمہاری کوئی دعا قبول نہ کرے (خدانخواستہ) تو کیا اللہ اس کی یہ بددعا قبول کریں گے؟ نیز اگر کوئی کسی کو ناجائز بددعا دے اور اس کو خدانخواستہ لگ جائے تو اس کا اثر زائل کرنے کیلئے کیا کرنا چاہیے؟ کیا کوئی طریقہ ہے کہ اس بددعا کا اثر زائل ہو جائے یا جس نے ناجائز بددعا دی ہو، اس سے توبہ اور دعا کرنا کو کہنا چاہیے؟

جواب: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "جو کوئی بندہ اللہ سے دعا مانگتا ہے تو اللہ اسے یا تو اس کی مانگی ہوئی چیز دے دیتا ہے یا اس دعا کے نتیجہ میں اس دعا کے مثل اس پر آئی ہوئی مصیبت دور کر دیتا ہے، جب تک اس نے کسی گناہ یا قطع رحمی (رشتہ داری توڑنے) کی دعا نہ کی ہو". (سنن ترمذی، حدیث نمبر:3381)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ گناہ کے کام کی دعا اللہ تعالی کے ہاں قبول نہیں ہوتی اور بلاوجہ کسی کو بددعا دینا بھی گناہ کا کام ہے، لہذا جس شخص کو بلاوجہ بددعا دی جائے، اس پر اس بددعا کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ناپاک کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ (فتوی نمبر: 8345)

سوال: مفتی صاحب! ناپاک کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ بتادیں۔

جواب: ناپاک کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس جگہ نجاست لگی ہو، اس جگہ کو تین مرتبہ پانی سے دھو لیا جائے اور ہر مرتبہ اچھی طرح اپنی اور کپڑے کی طاقت کے مطابق نچوڑ لیا جائے، اس طرح تین مرتبہ کر لینے سے کپڑے پاک ہو جائیں گے۔

بارات کے موقع پر لڑکی والوں کا اپنے مہمانوں کو کھانا کھلانا (فتوی نمبر:4956)

سوال: عرض یہ ہے کہ اگر لڑکی والے شادی کے دن لڑکے والوں کے 15، 20 افراد کو اپنے گھر بلا کر رخصتی سے پہلے اپنے مہمانوں کے اکرام میں کھانا کھلائیں تو یہ عمل خلافِ سنت تو نہیں ہوگا؟ وضاحت فرمادیں، نوازش ہوگی۔ جواب: رخصتی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے باراتیوں یا مہمانوں کو کھانا کھلانا ولیمہ کی طرح مسنون اور مستحب نہیں ہے، لیکن حرام اور ناجائز بھی نہیں ہے، بلکہ جائز اور مباح امور میں سے ہے، اگر لڑکی والے نمود و نمائش سے بچتے ہوئے، کسی قسم کی زبردستی اور دباؤ کے بغیر اپنی خوشی و رضا سے اپنے اعزاء اور مہمانوں کو کھانا کھلائیں تو مہمانوں کے لیے، اس طرح کی دعوت کا کھانا کھانا جائز ہے، اور اگر لڑکی والے خوشی سے نہ کھلائیں تو زبردستی کر کے لڑکی والوں سے کھانا کھانا جائز نہیں ہے۔ (فتاوی محمودیۃ: (باب العروس والولیمۃ، 142/12، ط: فاروقیۃ)

پکوان

عائشہ نعیم

چکن لزانیہ

تیل ۲ سے ۳ بڑے چمچے، پیاز ایک عدد، لہسن ۳ سے ۴ جوئے کٹے ہوئے، چکن کا قیمہ ۳۵۰ گرام، ٹماٹر ۲ سے ۳ باریک کٹا ہوا، نمک حسبِ ذائقہ، کالی مرچ حسبِ ذائقہ، لال مرچ کٹی ہوئی آدھا چھوٹا چمچہ، چکن پاؤڈر آدھا چھوٹا چمچہ، ٹماٹر کی چٹنی آدھا کپ، پیزا سوس ۳ بڑے چمچے، خشک اریگانو آدھا چھوٹا چمچہ۔

سفید چٹنی کیلئے: تیل ایک بڑا چمچہ، مکھن ایک بڑا چمچہ، دودھ ایک کپ، نمک اور کالی مرچ حسبِ ذائقہ، چیڈر چیز آدھا کپ، موزریلا چیز آدھا کپ۔

بنانے کا طریقہ: اسٹفنگ تیار کرنے کے لئے ایک فرائنگ پین میں تیل لیں، کٹی ہوئی پیاز شامل کریں اور سنہری ہونے تک تلیں۔ اب اس میں چکن کا قیمہ شامل کریں اور رنگ تبدیل ہونے تک پکائیں۔ ٹماٹر ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔ اس کے بعد نمک، کالی مرچ، کٹی ہوئی لال مرچ اور چکن پاؤڈر شامل کر کے پکائیں۔ اب اس میں ٹماٹر کی چٹنی، پیزا سوس اور اوریگانو ڈالیں۔ سب کو اچھی طرح ملائیں۔

سفید چٹنی کے لئے: ایک فرائنگ پین میں تیل ڈال کر اس میں مکھن اور آٹا شامل کریں اور ایک منٹ کے لئے ہلائیں۔ مسلسل چمچہ چلاتے ہوئے آہستہ آہستہ دودھ شامل کریں۔ اب میں نمک، کالی مرچ شامل کریں اور اس کو گاڑھا ہونے کے لئے چند منٹ تک پکنے دیں۔ کٹے ہوئے چیڈر چیز، موزریلا چیز میں ڈالیں اور ان کو اچھی طرح ملائیں۔ اب لزانیہ ایک پلیٹ میں پھیلا کر رکھیں۔ اس پر سفید چٹنی لگائیں۔ اس کے بعد تیار کیا ہوا قیمہ شامل ڈال کر رول کر لیں۔ اب آون میں رکھنے کیلئے ایک پیالے لیں۔ اس میں لزانیہ کا مسالے سفید چٹنی لگائیں۔ اب ایک ایک کر کے رول اس پیالے میں رکھیں۔ اوپر سے موزریلا چیز ڈالیں اور ۳۰ منٹ کیلئے بیک کریں۔ لیجئے تیار ہے۔

کرونڈے کی چٹنی

درکار اجزاء: ۱۰۰ گرام کرونڈے، ۴ سے ۵ ہری مرچ، ایک کپ دھنیا، چٹکی بھر ہینگ، آدھا چھوٹا چمچہ زیرہ، ایک چوتھائی لال مرچ پاؤڈر، نمک حسبِ ضرورت۔

بنانے کا طریقہ: ہرا دھنیا اور ہری مرچ کاٹ لیں۔ کرونڈے میں سے بیج نکال کر صاف کر لیں۔ چٹنی کو پیسنے کے لئے بلینڈر جار میں کٹا ہوا ہرا دھنیا، ہری مرچ اور کرونڈے ڈالیں۔ ساتھ ہی نمک، زیرہ، ہینگ اور تھوڑا سا پانی شامل کریں اور باریک پیس لیں۔ چٹنی کو جار سے نکال کر پیالے میں ڈالیں۔ اس ذائقہ دار چٹنی کو کھانے کے ساتھ بھی پیش کر سکتی ہیں یا سینڈوچ، پکوڑوں کے ساتھ بھی کھا سکتی ہیں۔ چٹنی کو فریج میں رکھ کر ۷ دن تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔